سورۃ البقرۃ، آیات ۲۴۰ تا ۲۴۲

شوہر کی وفات کے بعد فائدہ پہنچانا

نکاح کا رشتہ وفات سے ختم ہو جاتا ہے۔ عدت و میراث کے احکام میں عورت کے حقوق کی رعایت موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی شوہر وصیت کر جائے کہ ایک سال تک بیوی کو گذارہ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے تو انسانیت کا تقاضا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کا لحاظ کیا جائے۔ آیت میں اسی کا ذکر ہے اور صرف گزارہ اور گھر سے نہ نکالے جانے کا ذکر ہے۔ سوگ منانے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ
وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ
غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ
فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

"اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں اور اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انہیں گذارہ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے (تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)[۱] پھر اگر وہ خود ہی چلی جائیں تو جو کچھ وہ قاعدہ کے مطابق اپنے حق میں کریں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے[۲] اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔"

---

[۱] وفات کی عدت ۴ ماہ دس دن ہے۔ اس حکم کے بعد مفسرین نے اس آیت کو منسوخ کہا ہے، لیکن فرض و واجب کے درجہ میں نہ سہی احسان و سلوک کے درجہ میں اس کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔

ے ۴ ماہ دس دن کے بعد اگر وہ گھر چھوڑنا چاہیں اور دوسرا نکاح کرنا چاہیں تو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ پہنچانے کا مکرر حکم

طلاق دی ہوئی عورتوں کو فائدہ پہنچانے کے احکام اوپر گذر چکے ہیں، لیکن طلاق اور اس کے بعد دینے دلانے کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ عورت کا پہلو اس میں کمزور رہتا ہے۔ اور مرد عموماً رنجشوں اور ناگواریوں کا شکار ہو کر عورت کی حق تلفی اور اس پر زیادتی کرتا ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے کا مکرر حکم دیا گیا۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو مناسب طریقہ پر فائدہ پہنچاؤ[1] یہ متقیوں پر لازم ہے[2] اللہ اسی طرح تمہارے واسطے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

لے کوئی بھی طلاق والی عورت ہو، مناسب طرح اس کو فائدہ پہنچانے کا حکم ہے۔ فائدہ پہنچانے کی کوئی شکل متعین نہیں ہے، بلکہ اس کو معلق رکھا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس میں بڑی گنجائش ہے۔ حالات و ضرورت کے لحاظ سے نئے قانون بنا کر اس کی شکل متعین کرتے رہنے کی ضرورت رہتی ہے۔ قرآن کا یہ اندازِ بیان بجائے خود نہایت اہم ہے۔ یہ اسی لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور حالات و ضرورت کے لحاظ سے قانون بنا کر عورت کے ساتھ احسان و سلوک کی راہیں نکالیں۔

ے۲ یہ ایسا ہی ہے جیسے "محسنین" کے ضمن میں اوپر گذر چکا ہے کہ حکم سبھی کے لیے ہے۔ یہ قرآن کا اندازِ بیان ہے جس کے ذریعہ متقیوں کے اعلیٰ کردار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اوپر جس جس طرح حکم و احکام بیان کیے گئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو ایک دوسرے کی حق تلفی اور اس پر ظلم و زیادتی (خاص طور سے عورتوں پر) سے کس قدر نفرت ہے! اور زندگی کو خوشگوار بنائے رکھنے سے اس کو کس قدر دلچسپی ہے!

کاروانِ حدیث (۱۱)

عبدالرشید عراقی

امام ابوبکر خطیب بغدادی

(م ۴۶۳ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی ۲۴ جمادی الاخریٰ ۳۹۲ھ بغداد کے ایک نواحی گاؤں درزیجان میں پیدا ہوئے[۱] لیکن آپ کی تعلیم و تربیت اور نشوو نما دنیائے اسلام کے مشہور شہر دارالسلام بغداد میں ہوئی۔ اس لیے آپ بغدادی کہلائے۔

امام ابوبکر خطیب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد علی بن ثابت سے حاصل کی۔ علی بن ثابت ایک متبحر عالم تھے، اور حدیث سے انہیں خاص اشتغال و مناسبت تھی[۲] اپنے والد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد امام ابوبکر خطیب تحصیلِ تعلیم کے لیے بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، ہمدان، رے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، دمشق اور بیت المقدس تشریف لے گئے اور ہر جگہ کے صاحبِ کمال اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا[۳] آپ نے جن اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا، ان کی فہرست علامہ تقی الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) نے طبقات الشافعیہ میں درج کی ہے[۴] خطیب کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ علامہ سمعانی (م ۵۶۲ھ) نے 'کتاب الانساب' میں آپ کے تلامذہ کی فہرست نقل کی ہے[۵]

امام ابوبکر خطیب کے علمی تبحر، حفظ و ضبط، ثقاہت و اتقان اور روایت و درایت میں اہمیت کا اعتراف علمائے فن اور اربابِ سیر نے کیا ہے۔ علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) اور علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے ان کو مشاہیر محدثین میں شمار کیا ہے[۶]

امام ابوبکر خطیب حدیث اور اس کے متعلقات میں بلند پایہ ہونے کے ساتھ ساتھ جرح و تعدیل کے فن میں بھی یکتا تھے اور روایات و احادیث کی شناخت و تمیز میں ماہر تھے۔ حدیث میں ان کی غیر معمولی بصیرت، گہری تحقیق اور وسیع نقد و نظر کا ایک

واقعہ علامہ عبدالکریم سمعانی (م ۵۶۲ھ)، علامہ ابنِ جوزی (م ۵۹۷ھ)، حافظ ابن صلاح (م ۶۴۳ھ)، علامہ ابنِ خلکان (م ۶۸۱ھ)، حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ)، علامہ ابن سبکی (م ۷۷۱ھ)، حافظ ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ) اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جو درج ذیل ہے :

> حضرت عمر فاروق رض کے زمانۂ خلافت میں کچھ یہودی شام کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے خلیفہؔ کے سامنے ایک خط پیش کیا اور اس کے متعلق دعویٰ کیا کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہے، جس کو حضرت علی بن ابی طالب رض نے لکھا ہے۔ اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مہر اور بعض صحابہ کرام کی شہادتیں بھی ثبت تھیں۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے یہود کے فلاں فلاں قبیلے سے جزیہ معاف کر دیا۔ خلیفہ نے خط کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لیے اس کو خطیب رح کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اس کو بالکل جعلی اور من گھڑت قرار دیا۔ وجہ دریافت کرنے پر بتایا کہ اس میں حضرت معاویہ رض اور حضرت سعد رض بن معاذ کی گواہیاں درج ہیں۔ حالانکہ فتح خیبر کے وقت حضرت معاویہ رض مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور حضرت سعد رض کو غزوۂ خندق میں ایسا کاری زخم لگا تھا کہ جانبر نہ ہو سکے اور ان کی وفات غزوۂ بنی قریظہ کے قریبی زمانہ میں ہو گئی۔ اس لیے وہ فتح خیبر کے وقت زندہ ہی نہ تھے ؎

حدیث میں گہری بصیرت کے علاوہ خطیب فقہ اور تاریخ میں بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ علمائے کرام نے ان کو فقیہ اور مؤرخ بھی لکھا ہے۔ علمی کمالات کے ساتھ

؎ واضح رہے کہ یہاں خلیفہ سے مراد عمر فاروق رض نہیں بلکہ خطیب بغدادی رح کے زمانہ کے خلیفۂ وقت ہیں۔